لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

لیکن اگر تم سمجھو تو تمہارے حق میں اچھا یہی ہے کہ روزہ رکھو۔ رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسان کے لئے سراسر ہدایت ہے، ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔

وأن تصوموا خير لكم

إن كنتم تعلمون شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان

And that ye fast is better for you if ye did but know
The month of Ramadan in which was revealed
the Quran a guidance for mankind, and clear
proofs of the guidance and the criterion (of right and wrong)

Regd No. LW/NP 56　　Phone: 22949 / 29747

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی

ایک خصوصی اپیل

برادر محترمی!　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت کچھ اہم اور فوری ضروریات کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرانا ہے، جو اس وقت دار العلوم کو درپیش ہیں، ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن تعلیمی کے بعد ذمہ داریاں قدرتی طور پر پہلے سے کہیں بڑھ گئی ہیں، نہ صرف داخلہ کے خواہشمند طلبہ بلکہ اندرون و بیرون ملک کے مہمانوں کی تعداد میں بھی روز افزوں اضافہ ہے۔

اس کے علاوہ دار العلوم میں نئے شعبوں کا قیام، نئے کاموں کا آغاز، اور نئے دفاتر کے لئے بھی مختلف تعمیری کاموں اور طلبہ کے لئے مناسب اقامت گاہوں کی فوری ضرورت ہے، اور ہماری خواہش ہے کہ یہ کام یا اس کا بڑا حصہ ہمارے دینی بھائیوں کے ہاتھوں انجام پائے اور ہم کو اس سلسلہ میں باہر کی طرف زیادہ نہ دیکھنا پڑے۔ آپ حضرات میں سے جو جشن تعلیمی میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ میں نے اجلاس کے تیسرے روز اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ عرض کیا تھا کہ: "یہ سونے کی چڑیاں اُڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کی دکانوں پر جائیں گے۔ آپ کے چار آنے اور آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے۔ جو آپ دینگے وہ آپ کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہوگی۔" میں نے یہ بھی کہا تھا کہ: "یہ ہمارے کریم النفس بھائی ہیں اگر یہ کچھ پیش کرتے ہیں تو ہم انکار نہیں کر سکتے۔ یہ خدا کی نعمت ہے، خدا کی نعمت کو ٹھکرا نہیں سکتے، مگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم انکے دست نگر ہیں اور ہمارا طرز عمل بدل جائے گا اور ہم اپنے اس مقام و دعوت کو چھوڑ دیں گے۔ ایسا نہیں ہے۔ انشاء اللہ اس کے بعد جو پہلا سفر اب بھی ہوگا اس میں وہی ہمارا لہجہ ہوگا وہی ہماری زبان ہوگی اور وہی ہمارا عقیدہ اور دعوت ہوگی۔"

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں سے زیادہ وہ مقصد عزیز ہے جس کے لئے یہ دار العلوم قائم کیا گیا ہے، یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی مؤثر اور صحیح ترجمانی، دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و امتیاز کا اعلان و اظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت۔

اس وقت دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، ابو ظبی، ساؤتھ افریقہ وغیرہ کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں، ملکی و غیر ملکی طلباء کی تعداد برابر بڑھتی جا رہی ہے، تقریباً سوا تین سو غیر مستطیع طلباء کے وظائف (اسکالرشپ) پر تقریباً ۲ لاکھ روپے صرف ہو رہے ہیں۔ حضرات مدرسین و اسٹاف کی تعداد ۸۰ سے زائد ہے، مجموعی مصارف سالانہ علاوہ تعمیرات تقریباً ۸ لاکھ ہیں۔ اس سال جدید طلبہ کے اضافہ کے باعث رہائش گاہ (ہوسٹل) کا مسئلہ سخت پیچیدہ ہو گیا ہے، اس لئے فوری طور پر ایک جدید دار الاقامہ اور اساتذہ کی رہائش گاہوں کی تعمیر کرنا از بس ضروری ہو گیا ہے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کی خدمات میں ان اہل خیر حضرات کا بڑا حصہ ہے جو اس اہم کام کو اپنی ذاتی ضرورت سمجھتے ہیں، اور وقتاً فوقتاً حسب استطاعت اعانت فرماتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس تعاون کو قبول فرمائے۔ اس لئے ہماری گذارش ہے کہ اس وقت تعمیرات کی طرف فوری توجہ فرمائیں اور اپنے ناموں سے یا اپنے مرحوم اعزا کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے طلبہ کی رہائش گاہیں تعمیر کرائیں، یہ ایک بڑا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ایک جدید دار الاقامہ اور اس سے متعلق ضروری عمارتوں کا نقشہ تیار کرا کر داخل کر دیا گیا ہے اور انشاء اللہ نقشہ کے پاس ہوتے ہی اس کا کام شروع کر دیا جائے گا، اس جدید دار الاقامہ میں طلباء ملکی و غیر ملکی دونوں کی رہائش کا انشاء اللہ معقول انتظام ہوگا۔ اس کی عمارت انشاء اللہ تین منزلہ ہوگی۔ دار الاقامہ کے ایک کمرے پر دس ہزار روپے صرف کا تخمینہ ہے، ہر کمرہ ۱۶ × ۱۲ فٹ کے ہیں اور ان کے سامنے ۱۶ × ۸ فٹ کا برآمدہ ہے، ہر کمرہ میں چار طلبہ کے رہنے کی گنجائش ہوگی۔ اس کے علاوہ کتب خانہ اور اسٹاف کے رہائشی مکانات وغیرہ کی فوری تعمیر کا انتظام بھی شروع کر دیا ہے۔ (طلبہ کے لئے نئے سہ منزلہ ہوسٹل کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا ہے، اس کی پہلی منزل کی تکمیل انشاء اللہ ۱۰ شوال تک ہو جائے گی)

بحقیقت قابل توجہ ہے کہ مسلمانوں کی ہر فلاح و بہبود ان کے اس دین سے وابستہ ہے جس کو لے کر حضور اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مسلمان جس قدر اس حقیقت کی طرف توجہ کریں گے اور جس قدر دینی کاموں میں دلچسپی اور بلند ہمتی سے حصہ لیں گے، اسی قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت و کامیابی کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت [illegible] اپنے دین کی نصرت و حمایت کی دولت سے سرفراز فرمائیں۔

زر اشتراک اندرون ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ: ١٢ روپے ششماہی سات روپے
فی پرچہ: ٦٠ پیسے
بیرون ہند مع محصول ڈاک:
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ سٹرلنگ
ہوائی ڈاک سے: امریکہ و کناڈا اور
یورپین ممالک: ٣ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ممالک: ٢ پونڈ
پاکستان: ٣٠ روپے
بنگلہ دیش: ١٥ روپے

تعمیر حیات

لکھنؤ — پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر (١٤) | ٢٥ اگست ٧٦ء — ٩ رمضان المبارک ١٣٩٦ھ | شمارہ نمبر ٢٠

اسحٰق جلیس ندوی

یادِ رفتگاں

ہندوستان کے مایۂ ناز مجاہد، عالم، مناظر و مہاجر حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کے قائم کردہ مدرسۂ صولتیہ مکہ مکرمہ کے مہتمم و ناظم مولانا محمد سلیم صاحب کیرانوی مختصر علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

امسال حج بیت اللہ کے موقع پر مولانا مرحوم کی دو بار زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہوا، ایک مرتبہ مدرسۂ صولتیہ میں اور دوسری بار ہندوستانی سفارت خانہ کے عشائیہ میں۔

صحت مند جسم، سرخ و سفید رنگ، دوہرا بدن، باغ و بہار طبیعت اور دلآویز شخصیت مولانا کا آبائی وطن کیرانہ ضلع مظفر نگر تھا، آپ کے والد ماجد مولانا محمد سعید صاحب کیرانوی بانی مدرسۂ صولتیہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے بھتیجے تھے، مولانا محمد سلیم صاحب کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ مدرسۂ صولتیہ کا قیام سنہ ١٢٩٠ھ میں ہوا، مولانا محمد سلیم صاحب نے اسی مدرسے میں تعلیم حاصل کی اور فراغت کے بعد یہیں درس دیا۔

اپنے والد ماجد کے بعد تقریباً نصف صدی تک اس مدرسے کے اہتمام و نظم کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔ جن حالات میں مولانا سلیم صاحب نے مدرسہ کے نظم و انتظام کی ذمہ داری سنبھالی وہ بڑے صبر آزما حالات تھے، لیکن بڑی پامردی سے انہوں نے ان حالات کا مقابلہ کیا اور مدرسہ کے وقار کو بلند رکھا۔

مدرسۂ صولتیہ ایک دینی مدرسہ بھی ہے اور برصغیر کے حاجیوں کا مرکز بھی۔ مولانا سلیم صاحب اور ان کے خاندان کے افراد کے حسن اخلاق اور جذبۂ خدمت نے اس مدرسہ کی اس حیثیت کو اور نمایاں کر دیا ہے۔

مولانا مرحوم جید عالم تھے ساتھ ہی عربی، فارسی اور اردو شعر و ادب کا بھی بڑا لطیف اور شگفتہ ذوق رکھتے، ہزاروں اشعار نوک زبان تھے، ان کی تحریر شگفتہ اور پختہ اسلوب کا شاہکار ہوتی تھی، علماء اور دینی شخصیتوں سے خصوصی تعلق، مدارس اور دینی تحریکوں اور تنظیموں سے خلوص و اپنائیت کا تعلق مرحوم کا شعار تھا۔ ندوۃ العلماء کے ٨٥ سالہ جشن تعلیمی کے موقع پر مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولانا محمد شمیم کے ہمراہ مدرسۂ صولتیہ کے ایک باوقار وفد نے شرکت کی، ایسے وسیع القلب، وسیع الذہن، زندہ دل، مہمان نواز صاحب علم کی جدائی ایک عظیم سانحہ ہے، اللہ تعالیٰ مولانا کی خدمات کو قبول فرما کر درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو ان کی اچھی روایات کا امین اور ان کی صفات و خصوصیات کا محافظ بنائے۔

مولوی طٰسین ندوی مرحوم

سیلون سے تاخیر سے ملے ہوئے ایک خط کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ١٨ جولائی ١٩٧٦ء کو علی الصبح مولوی طٰسین ندوی انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

انتقال کے وقت مرحوم کی عمر صرف ٣٥ سال تھی، ١٩٥٦ء میں انہوں نے ندوہ سے فراغت حاصل کر کے اپنے وطن سیلون میں دینی اور تعلیمی خدمت انجام دیتے رہے، سیلون کے ممتاز اسلامی خطیب، ادیب اور دعوتی شخصیت کی حیثیت سے وہ معروف و متعارف تھے، ١٩٦٢ء میں اعلیٰ تعلیم کی غرض سے انہوں نے جامعہ ازہر مصر میں داخلہ لیا، ١٩٦٧ء میں وہاں کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی، اور پھر اپنے وطن آکر جامعہ نعیمیہ اسلامیہ کے پرنسپل اور سیلون یونیورسٹی میں لیکچرر کی خدمت انجام دیتے رہے۔ حق گوئی، اسلامی حمیت و غیرت اور دینی شخصیتوں اور جماعتوں کی اعانت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے، سیلون کے عظیم دینی رہنما کا منصب انہیں حاصل تھا، سیلون جمعیۃ العلماء کے صدر اور جماعت اسلامی سیلون کے سابق امیر تھے۔

مادر علمی ندوہ اور ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ سے خصوصی تعلق تھا، امسال ماہ رمضان المبارک میں وہ حضرت مولانا کی خدمت میں رہنے کا پروگرام بنا چکے تھے لیکن موت نے مہلت نہ دی — اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

تخلص بھوپالی

اردو کے ممتاز و مشہور طنز و مزاح نگار تخلص بھوپالی کا اچانک قلبی دورہ پڑنے کے بعد اپنے وطن بھوپال میں انتقال ہو گیا۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔

مرحوم تخلص بھوپالی نے پاندان والی خالہ اور غفور میاں جیسے دلچسپ کرداروں اور اپنی مزاحیہ تحریروں کے ذریعہ ریاست کی زوال پذیر تہذیب، معاشرت، متوسط و غریب طبقہ کی زبان، طرز گفتگو اور محاورات کو محفوظ کر دیا۔ ان کی تحریروں میں زیادہ تر بھوپال کی تہذیب اور مسلمانوں کے درمیانی طبقہ کی عکاسی ہوتی تھی۔ ان کی کتاب پوسٹ مارٹم مختلف شخصیتوں کا ایسا قلمی مرقع ہے جس میں انفرادیت بھی ہے اور تاثیر بھی۔ ان کے طنز و مزاح میں مقصدیت اور اصلاحی جذبہ کار فرما رہتا۔ ملک کے سیاسی حالات اور دکھتی رگ پر انکا قلم دلچسپ پیرائے میں نشتر زنی کرتا۔ دینی حمیت، ملی غیرت ان کا ایسا امتیاز ہے جس کا دور سے کوئی اندازہ بھی نہ کر سکتا برسوں سے اپنے قلم سے دین و ملت کی خدمت انجام دینے والے ایک باغ و بہار انسان کے اچانک انتقال کی روح فرسا خبر پر یقین کرنا مشکل تھا، ١٠ اگست کی رات لیٹے تو لیٹے ہی رہ گئے — حضرت مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی سے بیعت و ارادت کا تعلق تھا، مولانا کے متعلقین اور ندوی برادری سے ہمیشہ بے لوث خلوص، محبت و اپنائیت کا اظہار کرتے ؎

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مولانا شریف الحسن صاحبؒ

دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا شریف الحسن کی شخصیت مسند درس و تدریس کے اس خلا کو پر کرنے والی تھی جو ہمارے اکابر کے جانے سے پیدا ہو گیا ہے۔ افسوس کہ اپنی وفات سے وہ خود ایک خلا چھوڑ کر اس دنیا سے تشریف لے گئے — انتقال کے وقت عمر صرف ٦٠ سال تھی، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں عرصہ تک شیخ الحدیث رہے، دیوبند پیدائشی وطن تھا اور دار العلوم دیوبند دار علمی۔ اللہ تعالیٰ رحمت و مغفرت فرمائے اور دار العلوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

حکیم مشتاق احمد مرحوم

حکیم سید مشتاق احمد ساکن قصبہ کچھوچھہ ضلع میرٹھ طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے، مختلف سیاسی اور ملی تحریکوں میں شریک، حضرت مدنیؒ اور حضرت شیخ الحدیث سے خصوصی تعلق اور ارادت مند۔ حافظ قرآن تھے، ڈھائی تین سال ہوئے سڑک کے ایک حادثہ میں بائیں پیر کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں مدتوں صاحب فراش رہے، جب سفر کے قابل ہوئے تو ندوۃ العلماء کے جشن تعلیمی میں شرکت کے لئے لکھنؤ آئے، یہاں رکشہ کے ایک سخت حادثہ سے دوچار ہوئے، اس وقت سے صحت جو خراب ہوئی تو پھر سنبھل نہ سکے۔

اللہ تعالیٰ مغفرت و رحمت کا معاملہ فرمائے۔

از: مولانا محمد منظور نعمانی

رمضان کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مختصر خطبہ

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جب رمضان مبارک آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا "لوگو! ماہ رمضان آگیا، یہ بڑی برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے خاص فضل و کرم سے تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی خاص رحمتیں نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف کرتے ہیں اور دعائیں قبول کرتے ہیں، اور اس مہینہ میں طاعات و حسنات اور عبادات کی طرف تمہاری رغبت اور سابقت کو دیکھتے ہیں اور مسرت و مفاخرت کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھی دکھاتے ہیں۔ پس اے لوگو! ان مبارک دنوں میں اللہ پاک کو اپنی طرف سے نیکیاں ہی دکھاؤ (یعنی عبادات و حسنات کثرت سے کرو) بلاشبہ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو رحمتوں کے اس مہینہ میں بھی اللہ عز و جل کی اس رحمت سے محروم رہے۔" (طبرانی)

سبحان اللہ قربان جائیے اس رحمت و رافت کے کہ خود ہی اپنے پیغمبر کے ذریعہ ہم کو یہ بھی بتلا دیا کہ ہمارے خاص جائزہ کا وقت کون سا ہوگا۔ اللہ اللہ! کیا نصیب اس بندہ کے جس کو روزہ کی بھوک پیاس کی حالت میں نماز پڑھتے یا تلاوت قرآن یا ذکر کرتے، یا رات کو مسجد میں تراویح میں رکوع و سجود اور قیام و قعود کرتے یا پچھلے پہر تہجد پڑھتے اس کا آقا و مولیٰ خود دیکھے اور اپنے درباری فرشتوں سے کہے، دیکھتے ہو! ہمارا یہ بندہ ہماری رضا کے لئے کیا کر رہا ہے۔ پھر

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

یوں تو وہ مولا علیم و بصیر ہے سب کچھ ہر وقت دیکھتا ہے مگر یہ دیکھنا ایک خاص قسم کا ہے یہ وہی دیکھنا اور وہی نظر ہے جس کے لئے عشاق تڑپتے اور مرتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

ہزار جان گرامی فدائے آن نظرے
کہ جانب من مسکین بود بلطف و کرم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان کے آنے پر ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ مہینہ تمہارے سامنے آگیا، اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس سے (یعنی اس کی برکات سے) محروم رہا وہ گویا ہر بھلائی سے محروم رہ گیا اور اس کی برکات سے بجز محروم القسمت کے کوئی بھی محروم نہیں رہتا۔" (ابن ماجہ)

اور طبرانی نے حضرت انسؓ ہی سے اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "یہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین گرفتار کر لئے جاتے ہیں دھتکار اس شخص پر جس نے رمضان کا مہینہ پا لیا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ جب رمضان میں اس کی مغفرت نہ ہوئی تو پھر کب ہوگی۔" (طبرانی)

رمضان المبارک کی جن برکتوں اور رحمتوں اور رحمت و مغفرت کے اسباب کی جس فراوانی و ارزانی کا ذکر ان احادیث میں کیا گیا ہے اُن کو پیش نظر رکھنے کے بعد خود ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ رحمت و مغفرت کی اس ارزانی و فراوانی کے زمانہ میں بھی جب کہ دریائے رحمت جوش میں ہوتا ہے اور اعمال حسنہ کا ثواب ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ کر دیا جاتا ہے، تو رحمت کی اس موسلا دھار بارش اور مغفرت کی تیز ہواؤں کے اس زمانہ میں بھی جو بدبخت انسان کچھ نہ کرے اور غفلت و معصیات ہی میں مست و مگن رہے خود ہی سمجھا جا سکتا ہے کہ اس سے زیادہ محروم اور بدقسمت شخص اور کون ہوگا۔ اللّٰھم لا تجعلنا منھم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو رمضان میں پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو ان سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں۔ اوّل یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ دوسرے یہ کہ روزہ افطار کرنے تک اُس کے واسطے مچھلیاں استغفار کرتی ہیں (اور ایک روایت میں بجائے مچھلیوں کے ملائکہ کا ذکر ہے) تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ رمضان میں ہر دن جنت کو آراستہ کراتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے نیک بندے عنقریب مصیبت کی زندگی ختم کر کے تیرے اندر پہونچیں گے۔ چوتھے یہ کہ رمضان میں سخت مفسد شیاطین مقید کر دیئے جاتے ہیں چنانچہ اس مبارک مہینہ میں ان کا (آدمیوں پر) وہ قابو نہیں چلتا جو دوسرے دنوں میں چل جاتا ہے۔ پانچویں یہ کہ رمضان کی آخری رات میں اُن کی مغفرت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، کسی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا وہ شب قدر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ رمضان کی آخری رات ہے کیونکہ مزدور کو پوری مزدوری اس وقت دے دی جاتی ہے جب کہ وہ کام کو ختم کر دے۔ (احمد، بزار، بیہقی)

ف۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک کی پانچ خصوصیتوں اور بندوں پر ہونے والی پانچ خاص رحمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بو جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے آنے لگتی ہے وہ اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ روزہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی اس بو کے بدلے آخرت میں روزہ دار کے منہ سے مشک سے بہتر اور نفیس تر خوشبو نکلے گی (بعض روایات اسکی تصریح بھی ہے) اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے یہاں روزہ دار کی محبوبیت کا جو مقام ہے یہ اس کی طرف ایک اشارہ ہے کہ روزہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی اس کے منہ کی بو کی قدر اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ ہے۔ نیز اس ارشاد کا ایک منشا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی روزہ دار کے منہ کی اس بو سے کراہت نہ کرے کہ یہ اللہ کو اس قدر پسندیدہ ہے۔ واللہ اعلم

دوسری بات اس حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ روزہ داروں کے لئے دن بھر دریاؤں کی مچھلیاں بھی مغفرت کی دعا و التجا اللہ تعالیٰ سے کرتی ہیں (اور عرض کیا جا چکا ہے کہ بعض روایات میں ملائکہ کا لفظ ہے) بہر حال اس کا منشا بھی یہی ہے کہ روزہ دار چونکہ اپنی خواہشات اور مرغوبات کو اللہ کے لئے قربان کر کے خود اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو اس کی یہ محبوبیت اللہ کی مخلوق میں بھی پھیل جاتی ہے یہاں تک کہ اگر ایک طرف ملاء اعلیٰ اور عالم قدس کے فرشتے اس کے واسطے اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں تو دوسری طرف اس مادی عالم میں سب سے نیچے (پانی کی تہ میں) رہنے والی مچھلیاں بھی اس کے واسطے استغفار کرتی ہیں۔ الغرض اس عاجز کے نزدیک مچھلیوں کے ذکر سے مقصود یہ نہیں ہے کہ بس مچھلیاں ہی استغفار کرتی ہیں بلکہ سب سے نیچے رہنے والی مخلوق کی حیثیت سے یہاں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے کہ جب وہ بھی استغفار کرتی ہیں تو دوسری چیزوں کا استغفار کرنا بدرجۂ اولیٰ سمجھ میں آتا ہے۔

تیسری بات اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ جنت اس مہینہ میں خاص طور سے آراستہ کرائی جاتی ہے۔ اس کی مناسبت بھی ظاہر ہے کیونکہ یہ مہینہ روحانیت کی سرسبزی و ترقی اور طاعات و حسنات کے فروغ کا مہینہ ہے، اور جنت انہی چیزوں کی آخری شکل ہے لہٰذا جیسے جیسے یہاں رمضان کے ہر روز میں عبادات اور اعمال صالحہ میں ترقی ہوگی اسی کے حساب سے ہر دن جنت کی زینتوں اور دلفریبیوں میں اضافہ ہوگا — چوتھی بات حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ سرکش شیاطین اس مہینہ میں قید کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کی اس عاجز کے نزدیک جو حقیقت ہے وہ انشاء اللہ عنقریب ایک دوسری حدیث کے ذیل میں عرض کی جائے گی — پانچویں خاص برکت اس مہینہ کی یہ بیان ہوئی ہے کہ اُس کی آخری رات میں لوگوں کی مغفرت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ سو مغفرت کا یہ فیصلہ اُن ہی لوگوں کے لئے کیا جاتا ہے جو اپنے عمل سے اس کا استحقاق پیدا کر لیں جیسا کہ حدیث کے آخری جملے سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ مغفرت اُن کے عمل کا اجر ہے۔ واللہ اعلم۔

پرنٹر، پبلشر، مسئول سید محمد حسنی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر تعمیر حیات ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اڈیٹر: اسحٰق جلیس ندوی

رمضان کا آخری عشرہ

از: سید محمد الحسنی

ایک ہی بارش سے ایک طرف لالہ وگل کا چمن اندر چمن تیار ہو جاتا ہے اور دوسری طرف زہریلے اور خاردار پودے بھی اپنا سر نکالتے ہیں، چٹان پر بارش کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہ پاتا اور نرم و شیبی زمین باران رحمت سے اپنی جھولیاں بھر لیتی ہے اور دل بھر کر اپنی کھاتی ہے، پھر اس خوش قسمت زمین میں یہ فرق ہے کہ یہی باران رحمت کہیں مہکتے ہوئے گلاب کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہیں خاردار بدوضع بوٹے کی شکل میں، کہیں صرف گھاس اگتی ہے اور کہیں گھاس بھی نہیں اگتی، پھر گھاس کے اقسام میں بھی فرق ہے، شاید اسی بات کو قرآن مجید کے سلسلے میں یوں کہا گیا ہے، یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا (بہت سے اس سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے اس سے ہدایت حاصل کرتے ہیں) یہی حال ہدایت خداوندی اور فضل الٰہی کا ہے۔ وہ اگر کسی طلب بلا کمت، بلا استعداد اور بلا صلاحیت عام راستہ طلب صادق، محنت اور استعداد کا ہے۔ اگر "ظرف" ہی چھوٹا ہے تو وہ بادہ ناب کا کیا قصور اور ساقی پر کیا الزام ہے؟

؎ اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

لیکن اللہ تعالیٰ کی شانِ کرم اور اس کا دریائے رحمت اس مبارک مہینہ میں اس طرح جوش میں آتا ہے کہ کسی کو خالی اور محروم نہیں رکھتا ؎

میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

یوں بھی اس کا اعلان ہے کہ ـــــ جو میری طرف ایک قدم اٹھاتا ہے میں اس کی طرف دو قدم بڑھاتا ہوں، جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں، اس کی نگاہ اپنے بندہ کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے، اور وہ توبہ کرنے والے اور مغفرت چاہنے والے کو بہت پسند کرتا ہے، لیکن اس مہینہ میں اس کی رحمت و مغفرت کی شان ہی دوسری ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ رمضان المبارک میں ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر ادبر (اے خیر کے تلاش کرنے والے آگے بڑھ، اور اے شر کے تلاش کرنے والے پیچھے ہٹ۔ اس لئے ہم جیسے پست ہمتوں، غفلت شعاروں اور نفس کے ماروں کے لئے بھی یہ مہینہ بڑی امید اور برکت کا ہے۔ اور خدا کی مدد شامل ہو تو اسی میں دل کی گرہ کھل سکتی ہے اور قسمت بدل سکتی ہے، اس مادی دنیا میں آدمی جتنا اوپر

جاتا ہے ہوا کا دباؤ کم ہوتا ہے اور اس کو بلندی کی طرف جانے میں آسانی ہونے لگتی ہے اور ایک وقت وہ آتا ہے جب زمین کی کشش بالکل ختم ہو جاتی ہے، یہی حال روحانی دنیا کا بھی ہے، آدمی صبر و تقویٰ، مجاہدہ و عزیمت اتباع سنت اور شوق و محبت میں جتنی ترقی کرتا ہے اور اس میدان میں جتنا آگے بڑھتا ہے، مادیت کی کشش، نفس کی طاقت اور حیوانی جذبات اسی قدر کمزور ہوتے جاتے ہیں اور ان کی کشش اور طاقت روز بروز مضمحل ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ وقت آتا ہے کہ وہ اس کی کشش سے بالکل باہر ہو جاتا ہے، اور یہ نویدِ حق اس کے کانوں میں صاف سنائی دیتی ہے، "یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ میں بھی یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ لوگ بھی جو اور مہینوں میں نفس و شیطان کے غلبہ سے کچھ نہ کر سکے اور جن . . . . . میں یہ طاقت نہ تھی کہ حیوانی اور بہیمی جذبات پر قابو پا سکیں اور زمام نفس کو مضبوطی سے تھام لیں وہ آگے بڑھیں اور ہمت کر کے اس مہینہ کی برکت سے فائدہ اٹھائیں، اور اپنی گزشتہ کوتاہیوں اور ناعاقبت اندیشیوں پر ندامت کے آنسو بہائیں۔

یہ آخری عشرہ جو اب گزر رہا ہے، اس لحاظ سے اور توجہ کے قابل ہے کہ لیلۃ القدر (شب قدر) زیادہ تر اسی میں ہوتی ہے اور اعتکاف جیسی نعمت اسی میں میسر آتی ہے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں تلاش کیا کرو۔

خدا توفیق دے تو یہ عشرہ کسی مسجد میں پڑ رہنے کا ہے، کہ اس طرح اعتکاف میں دن و رات کا پورا حصہ صرف ایک دھن، ایک خیال اور ایک فکر میں گزرے گا۔ اور اپنے مالک و مولیٰ کو طرح طرح سے راضی کرنے کا موقع ملیگا اور دنیاوی مشاغل مانع نہ ہوں گے۔ پھر لیلۃ القدر کی تلاش اور طاق راتوں میں عبادت و انابت اور خدا کی راہ طرف رجوع جتنا اعتکاف کے ساتھ آسان اور موثر ہے اتنا کسی اور طریقہ

اور ذریعے سے نہیں ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ بات دل سے نکلی ہو اور نظر خدا کے در رحمت پر جمی ہو۔ اگر یہ بات حاصل ہے تو آدمی واصل ہے اس لئے کہ ٹوٹے ہوئے دل کی صدا اور خدا کی رحمت شاملہ پر پورا بھروسہ وہ جنس ہے جو اللہ کی نظر میں بڑی بڑی ریاضتوں اور عبادتوں سے بھی بڑھ کر ہے اور یہ ادا اس کے دربار میں سب سے زیادہ محبوب و مقبول ہے۔

اگر اس "متاع شوق" کا ایک ذرہ بھی حاصل ہے تو اپنے کو خوش قسمت سمجھنا چاہئے، خدا کا شکر بجا لانا چاہئے اور کسی حالت میں مایوس اور بد دل نہ ہونا چاہئے ؎

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزہ ہو

شب قدر کی اہمیت اور اعتکاف کی فضیلت کے بارہ میں چند احادیث پر یہ بات ختم کی جاتی ہے ورنہ حق تو یہ ہے کہ عمل کا جذبہ ہو اور دل زندہ ہو تو ایک حدیث اور ایک آیت بلکہ کسی مرد (صالح کا) ایک جملہ دل کی دنیا بدل دینے کے لئے کافی ہے اور جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ تھا ان کے ساتھ اس قسم کے واقعات اکثر پیش آئے ہیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے ـــ

حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں، حضورؐ نے فرمایا کہو، اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔ (اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرما دے مجھے۔

آخری عشرۂ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آخری عشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمر کس لیتے تھے۔ ان کے الفاظ ہیں:۔

شد مئزرہ واحیا لیلہ وایقظ اھلہ (اپنی کمر کس لیتے تھے اور شب بیداری فرماتے تھے، اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔

ایک دوسری حدیث میں اعتکاف کے لئے یہ الفاظ بھی آئے ہیں:۔

من اعتکف یوما ابتغاء وجہ اللہ جعل اللہ بینہ وبین النار ثلاث خنادق ابعد کما بین الخافقین (جس نے اللہ کی رضا کے لئے ایک دن بھی اعتکاف کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان و زمین کی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی۔

معتکف کے لئے ایک اور حدیث میں فضیلت آئی ہے، ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ نے معتکف کے بارہ میں فرمایا، وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لئے۔

رمضان المبارک کی ان برکتوں، رحمتوں اور اس کی خصوصیت و اہمیت پر ایک حدیث اور پیش کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مبارک ایام سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور سیئات و منکرات سے محفوظ رکھے اور ان بدنصیبوں اور بدنصیبوں میں ہمارا شمار نہ فرمائے جن کے دل کی آنکھیں ان دنوں میں بھی بند رہیں اور جن کے قلوب پہلے کی طرح اس مہینہ میں بھی سخت اور غافل رہے۔

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کے قریب حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف کرتے ہیں، دعا کو قبول کرتے ہیں تمہارے تنافس ایک دوسرے سے نیکیوں میں بڑھ جانے کا جذبہ، کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ، بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔

تعمیر حیات کی ایجنسیاں متوجہ ہوں۔

تعمیر حیات کی ایجنسیوں، خریداروں اور قارئین کی خدمت میں۔

(۱) تعمیر حیات کی تمام ایجنسیاں اس ماہ کے آخر تک اپنا بقایا ادا کر دیں، ورنہ بل اور پرچہ بذریعہ وی۔ پی بھیجا جائے گا۔

(۲) جن خریداروں کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہو وہ جلد اپنا زر سالانہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دیں وی۔ پی کا انتظار نہ فرمائیں۔

(۳) خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور درج فرمائیں (۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی خط بھیجئے (۵) اگر پرچہ نہ پہونچے تو ۱۵ دن کے اندر خط لکھیں۔

(منیجر)

ڈاکٹر ارشد حسین ندوی

ماہِ رمضان المبارک

جس کا ہر لمحہ لعل و گہر سے زیادہ قیمتی ہے

روزہ کیا ہے؟ روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں، جس کے معنی ہیں، رکنا، چپ رہنا یعنی ہم اپنے آپ کو گناہوں اور برائیوں سے بچائے رکھیں، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف صبح سے غروب آفتاب تک بھوکے اور پیاسے رہنے کا نام روزہ ہے حالانکہ یہ روزہ کی ظاہری صورت ہے، روزہ تو اسے کہتے ہیں کہ ان باتوں کے ساتھ ساتھ نفس کی ہر اس خواہش کو دبایا اور کچلا جائے جو اللہ کی مرضی اور اس کی خوشنودی کے خلاف ہو۔ غرضیکہ روزہ کی حالت میں ہمارا جسم اور ہماری روح اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں مشغول ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"جب تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو وہ لغو اور فحش باتیں نہ کرے اور نہ جہالت (غصہ) کرے یہاں تک کہ اگر کوئی اس سے لڑنے پر آمادہ ہو اور گالی دے تو یہی کہے کہ میں روزہ سے ہوں"

(مسلم)

لیکن اگر ہم روزہ رکھنے کے بعد بھی مکر و فریب، جھوٹ و دغا سے باز نہ آئیں، مال و دولت جاہ و عزت کو غلط طریقہ سے حاصل کرنے کی حرص و ہوس ہمارے دلوں سے نہ نکلے اور ہم احکام الٰہی کی اتباع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کو ہمارے روزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"روزہ رکھ کر بھی جو شخص جھوٹ اور فریب کے کام کو نہ چھوڑے تو خدا کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کو برائیوں کے روکنے کی ڈھال بتایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"روزہ برائیوں کے روکنے کی ڈھال ہے" (مسلم)

لیکن روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک اس میں سوراخ نہ کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"روزہ اس وقت ڈھال ہے جب تک اس میں سوراخ نہ کرو" صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں سوراخ کس چیز سے ہو جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا جھوٹ اور غیبت سے۔

(مجمع الفوائد بحوالہ طبرانی)

روزہ کا مقصد: روزہ کے تمام شرائط اگر ہم سے پورے پورے ادا ہو جائیں تو ہمارے دل تقویٰ کے نور سے منور ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

یا ایھا الذین آمنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (بقرہ ۲۳)

تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کو بھلائی کی طرف لے جاتی ہے، برائیوں سے بچنے پر آمادہ کرتی ہے، اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی طرف راغب کرتی ہے اور اس کے احکام کی نافرمانی سے روکتی ہے۔ انسان کو مادی چیزوں کی حرص و ہوس سے محفوظ رکھتی ہے ان مواقع پر جب کہ دل میں غلط کام کے لئے جذبات کا تلاطم برپا ہوتا ہے اس وقت یہی تقویٰ انسان کو گناہ سے بچاتا ہے۔

جن کے دلوں میں تقویٰ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے وہ زندگی کے ہر مرحلہ میں اللہ کے احکام کے مقابلہ میں مال و دولت، جاہ و حشمت کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے ہیں اس کے احکام کی اتباع میں ان کو جسقدر بھی نقصان ہو وہ اس کو برداشت کرتے ہیں لیکن جادہ حق سے بال بھر ہٹنا پسند نہیں کرتے ہیں ان کی زندگیاں گناہوں کی گندگی سے پاک ہو جاتی ہیں۔ اسی تقویٰ کو پیدا کرنے کے لئے اور ہماری زندگیوں کو گناہوں کی گندگیوں سے پاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہم پر اور ہم سے پہلے کے لوگوں پر روزہ فرض کیے۔

روزہ ہی رکھنے سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ان بندوں پر کیا گزرتی ہے جو اپنے افلاس کی وجہ سے صبح سے شام تک اور بسا اوقات شام سے صبح اسی حال میں گزارتے ہیں کہ ان کے منھ میں دانہ کی ایک کھیل تک بھی نہیں پڑتی ہے ہم ان کے حالات سنتے ہیں ان کو خود اسی حال میں دیکھتے ہیں لیکن ان کی طرف توجہ کے بغیر گزر جاتے ہیں، ان کی پریشانی اور تکلیف کا کوئی احساس ہمارے دل میں نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جو خود بھوکا نہ ہو اسے دوسرے کی بھوک کا اندازہ نہیں ہو سکتا، جو خود پیاسا نہ ہو اسے پیاس کی تکلیف کا کیا احساس ہوگا، لیکن جب ہم روزہ رکھتے ہیں تو ہم کو اندازہ ہوتا ہے کہ فاقہ سے کتنی تکلیف اور اذیت ہوتی ہے روزہ ہمارے ہمدردی اور رحم کے جذبہ کو بیدار کرتا ہے کہ جب ہم لوگوں کو اس حال میں دیکھیں تو ہم اپنے کھانے پینے کے حصہ میں ان کو شریک کریں، اور اپنی بھوک و پیاس کو یاد کر کے ان کی مدد کریں۔

ماہِ رمضان المبارک: روزہ کی ان برکتوں کے ساتھ ماہ رمضان المبارک کی برکتوں کو بھی یاد کیجئے جس کا ہر لمحہ ہمارے خدا کی رحمتوں کا خزانہ ہے، یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"جب رمضان آتا ہے تو بہشت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیاطین مقید کر دئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

گناہوں کے ختم ہونے اور نیکیوں کے پھلنے اور پھولنے کا موسم شروع ہونے والا ہے خطاؤں اور لغزشوں کا مبارک وقت ہمارے سامنے ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

"جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں مسلمان کا دل و دماغ بیدار رہے روزہ کے مقصد سے کسی وقت غافل نہ ہو اس لئے کہ احتساب کے بغیر اعمال کے صحیح نتائج نہیں پیدا ہوتے ہیں اور نہ اعمال میں برکت ہوتی ہے اسی لئے اگر ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ رکھے جائیں تو روزہ کے اجر کے سوا اللہ تعالیٰ گناہ صغیرہ بھی معاف فرما دیں گے۔

یہی وہ مہینہ ہے جس میں مسلمانوں کو وہ پانچ چیزیں دی جاتی ہیں جو کسی امت کو کبھی نہیں دی گئیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے:۔

"میری امت کو رمضان میں پانچ چیزیں دی گئی ہیں، جو ان سے پہلے کی امتوں کو نہیں دی گئیں"

(۱) روزہ دار کے منھ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔

(۲) فرشتے ان کے لئے اس وقت تک بخشش کی دعا مانگتے ہیں جب تک افطار نہیں کرتے۔

(۳) شیاطین اس ماہ میں مقید کر دئے جاتے ہیں ـــ

(۴) اللہ تعالیٰ ہر روز جنت کو مزین کرتا ہے کہ میرے نیک بندے اس میں داخل ہوں گے اس میں انہیں کوئی تکلیف اور پریشانی نہ ہوگی

(۵) رمضان کی آخری رات کو ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔

(ترمذی)

یہی وہ بابرکت مہینہ ہے کہ جب مغفرت اور بخشش کی پُربہار ہوائیں چلتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"اے لوگو! برکت والا مہینہ آگیا اسی مہینہ میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے ہیں جو شخص اس مہینہ میں کوئی نیکی کر کے خدا کا قرب حاصل کرے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا۔ جس نے اس ماہ میں فرض ادا کیا گویا اس نے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کیا، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے، اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، اس مہینہ کا اول حصہ رحمت ہے، بیچ کا حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔ (مشکوٰۃ)

جنت کا ایک دروازہ روزہ داروں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے کہ اس سے صرف روزہ داروں ہی کا داخلہ ہو سکے گا حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جنت میں ایک دروازہ ہے اس کا نام "ریان" ہے اس سے قیامت کے روز صرف روزہ دار ہی داخل ہو سکیں گے ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں داخل ہوگا جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند ہو جائے گا"

(بخاری و مسلم)

شب قدر: اسی ماہ مبارک میں وہ رات بھی آتی ہے جس کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے

ہیں :-

لیلۃ القدر خیر من الف شہر — شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے

یہی وہ شب مبارک ہے جس کی عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کی عبادتوں سے بہتر ہے

یہی وہ شب مبارک ہے جب قرآن پاک لوح محفوظ سے سمار دنیا پر نازل ہوا اور اسی مبارک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے نزول کی ابتدا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر — ہم نے اس کو اتارا شب قدر میں

یہی وہ برکت والی رات ہے جس میں حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہر طرح کی خیر و برکت لے کر زمین پر اترتے ہیں۔

تنزل الملئکۃ والروح فیہا باذن ربہم — اترتے ہیں فرشتے اور روح (جبریل) اس میں اپنے رب کے حکم سے۔

اور اللہ کے عبادت گذار بندوں کے لئے رحمت پروردگار کی دعا مانگتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

"شب قدر میں حضرت جبریل فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور ہر بندے کے لئے جو کھڑے اور بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہوتا ہے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا سلسلہ عبادت گذار بندوں پر صبح تک ہوتا رہتا ہے، یہ شب مبارک رحمت و برکت امن و سکون کی شب ہوتی ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

سلام ھی حتی مطلع الفجر — امان ہے وہ رات صبح کے نکلنے تک

یہ شب مبارک رمضان کے آخری عشرہ کی کسی راتوں میں سے ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری و مسلم)

اب غور کر لیا جائے کہ جب روزہ جیسی بابرکت عبادت اور ماہ رمضان المبارک جیسے خیر و برکت کے دن و رات اکٹھا ہو جائیں تو خدا کی بے اندازہ رحمت کا تصور کون کر سکتا ہے؟

بے شک وہ لوگ انتہائی خوش قسمت ہیں جو اپنے خیر و برکت کے اوقات کی قدر کو پہچانیں اور اس کے ہر لمحہ کو اپنے لعل و گہر سے زیادہ قیمتی سمجھیں۔

رمضان المبارک کا نظام العمل

۱- نماز باجماعت کی پابندی — کہ ارشاد نبوی ہے:

"سراسر ظلم ہے، کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اذان سنے اور مسجد کو نہ جائے۔"

۲- تراویح کا اہتمام — کہ بغیر عذر اس کا ترک گناہ ہے۔

کے علاوہ

۳- قضا نمازوں کی تکمیل — کہ اس سے مفر نہیں۔ چنانچہ ایک نماز چھوڑنے پر ایک حقب کی سزا بتلائی گئی ہے۔

۴- نوافل کی ادائی — کہ اس سے بندہ اپنے رب کے قریب ہوتا ہے (مثلاً تہجّد، اشراق، چاشت، اوابین وغیرہ۔ خصوصاً تہجّد جس کی ادائی آسان بھی ہے)۔

۵- تلاوت قرآن کی کثرت — کہ یہ قیامت میں مقبول سفارشی ہوگا (اور پھر یہ اسی ماہ میں نازل ہوا)۔

۶- ذکر و تسبیح میں انہماک — کہ یہ نسخہ ہے کم خرچ بالانشیں۔ مثلاً کلمہ طیبہ، تیسرا کلمہ، درود شریف۔ استغفار وغیرہ۔

۷- دعا میں زیادتی — کہ یہ عبادت کا مغز ہے۔ خصوصاً افطار کے وقت۔ سارے مسلمانوں کے لئے بلکہ انسانیت کے لئے۔

۸- صالحین کی مستند دینی کتب کا عمل کی نیت سے مطالعہ — کہ

"بے علم نتواں خدا را شناخت"

اور علم ہی عمل کا امام ہوتا ہے۔

۹- صدقہ و خیرات، صلہ رحمی، حاجت روائی، دینی اداروں کی امداد وغیرہ بحد امکان — کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے، عمر کو بڑھاتا ہے اور رزق میں زیادتی کا سبب ہے۔

ان امور سے باقی ماندہ اوقات میں

خاموشی اختیار کرنا — کہ حدیث نبوی ہے :- مَنْ صَمَتَ نَجَا۔ یعنی جو چپ رہا وہ نجات پایا۔ نجات غیبت سے، جھوٹ سے، گالی سے، لایعنی باتوں سے۔

اور رمضان کے بعد!

کم از کم نماز باجماعت پر استقامت۔

طالب دعا
سید انور ابن غوری
بھونگیر A.P.

حیات خلیل

یعنی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کی مفصّل سوانح حیات

• خاندان اور وطن • علمی و سیاسی ماحول • مشہور شخصیتیں اور خانوادے • تعلیمی، تدریسی اور تنظیمی سرگرمیاں • صفات و کمالات • علمی و دینی خدمات • تزکیہ نفوس • ارشادات و ملفوظات • تصنیفات و تالیفات • ہمعصر علماء و مشائخ کی رائیں • خلفاء و مجازین کا تذکرہ اور مظاہر علوم کی مختصر تاریخ۔

حسب ایماء: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی۔

مرتبہ: محمد ثانی حسنی ندوی مظاہری "مدیر رضوان"

سائز ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۴۴۸۔ مجلد خوبصورت گردپوش قیمت: -/۲۰ روپیہ علاوہ محصول ڈاک

ضرورت مند حضرات فوراً لکھیں

ملنے کا پتہ: مکتبہ اسلام، ۳۷ گوئن روڈ۔ لکھنؤ

اعتکاف — لیلۃ القدر (؟) — شب قدر

اعتکاف رمضان کے فوائد اور مقاصد کی تکمیل کے لئے ہے، اگر روزہ دار کو رمضان کے پہلے حصہ میں وہ سکون قلب، جمعیت باطنی، فکر و خیال کی مرکزیت، انقطاع الی اللہ کی دولت، رجوع الی اللہ کی حقیقت، اور اس کے در رحمت پر پڑ رہنے کی سعادت حاصل نہیں ہو سکی تو اس اعتکاف کے ذریعہ وہ اس کا تدارک کر سکتا ہے،

علامہ ابن القیم لکھتے ہیں :-

"اعتکاف کی روح اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اس کے ساتھ جمعیت باطنی حاصل ہو، اشتغال بالخلق کی نعمت میسر آئے اور یہ حال ہو جائے کہ تمام افکار و تردداٗت اور ہموم و وساوس کی جگہ اللہ کا ذکر اور اس کی محبت لے لے، ہر فکر اس کی فکر میں ڈھل جائے اور ہر احساس و خیال اس کے ذکر و فکر اور اس کی رضا و قرب کے حصول کی کوشش کیساتھ ہم آہنگ ہو جائے، مخلوق سے انس کے بجائے اللہ سے انس پیدا ہوا اور قبر کی وحشت میں جب کوئی اس کا غمخوار نہ ہوگا یہ انس اس کا زاد سفر بنے، یہ ہے اعتکاف کا مقصد جو رمضان کے افضل ترین دنوں یعنی آخری عشرہ کے ساتھ مخصوص ہے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں :-

"چونکہ مسجد میں اعتکاف جمعیت خاطر، صفائی قلب، ملائکہ سے تشبہ اور شب قدر کے حصول کا ذریعہ نیز طاقت و عبادت کا بہترین و پرسکون موقع ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عشرہ اواخر میں رکھا ہے اور اپنی امت کے محسنین و صالحین کے لئے اس کو سنت قرار دیا ہے۔"

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشہ مداومت فرمائی اور مسلمانوں نے بھی ہر جگہ اور ہر دور میں اس کی پابندی کی، چنانچہ اس نے رمضان کے شعار اور سنت متواترہ کی حیثیت اختیار کر لی، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخر عشرہ میں برابر اعتکاف فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کا معمول قائم رکھا۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے، جس سال آپ نے انتقال فرمایا اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔"

شب قدر: قرآن و حدیث میں شب قدر کی فضیلت بہت اہمیت کے ساتھ متعدد جگہ بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

"انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ○ وما ادرٰک ما لیلۃ القدر ○ لیلۃ القدر خیر من الف شہر ○ تنزل الملئکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر ○ سلام ھی حتی مطلع الفجر ○

(بیشک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں اتارا ہے، اور آپ کو خبر ہے کہ شب قدر ہے کیا — ؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اس رات فرشتے اور روح القدس اترتے ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کے لئے سلامتی (ہی سلامتی) ہے وہ رہتی ہے طلوع فجر تک۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "شب قدر میں جو ایمان و احتساب کے ساتھ عبادت کرے گا، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و رحمت سے اس کو رمضان کے آخری عشرہ میں پوشیدہ رکھا ہے تاکہ مسلمان اس کی جستجو میں رہیں، ان کی طلب اور ہمت بڑھے اور وہ یہ سب آخری راتیں اسکی لالچ میں قیام و عبادت اور دعا و مناجات میں گذاریں جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ "جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری رات بیدار رہتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے اور کمر کس لیتے تھے۔"

احادیث کا زیادہ تر اجماع اسی پر ہے کہ شب قدر آخری عشرہ میں اور اس کے بھی آخری سات دنوں میں اور طاق راتوں میں ہے ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض کو آخری سات دنوں میں خواب میں شب قدر دکھائی گئی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب زیادہ تر آخری سات دنوں کے متعلق ہے پس جو اس کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات دنوں ہی میں تلاش کرے" حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں معتکف اور گوشہ نشین ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔"

حضرت عائشہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔"

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے شب قدر پر حدیث و قرآن اور تجربہ و وجدان دونوں حیثیتوں سے کلام کیا ہے "حجۃ اللہ البالغہ" میں ایک جگہ لکھتے ہیں :-

"جاننا چاہئے کہ شب قدر دو قسم کی ہے ایک وہ جس میں آسمان سے فیصلے کئے جاتے ہیں، یہ وہ رات ہے جس میں قرآن مجید (سماء دنیا پر) پورے کا پورا نازل ہوا اس کے بعد تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا، یہ رات سال بھر میں صرف ایک مرتبہ آتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ رمضان ہی میں ہو، البتہ گمان غالب رمضان ہی میں ہونے کا ہوتا ہے، نزول قرآن کے موقع پر یہ رات رمضان ہی میں تھی۔

دوسری وہ ہے جس میں ایک قسم کی روحانیت محسوس ہوتی ہے، فرشتے زمین پر اتر آتے ہیں، مسلمان اس رات میں طاعت میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کے انوار و برکات سے ایک دوسرے کو فیض پہونچتا ہے، فرشتے ان سے قرب حاصل کرتے ہیں، شیاطین ان سے دور بھاگتے ہیں، ان کی دعائیں اور طاعات قبول کی جاتی ہیں، یہ رات ہر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ملتی ہے، یہ مقدم مؤخر ہو سکتی ہے لیکن رمضان ہی میں رہتی ہے اس لحاظ سے جو پہلی رات مراد لیتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ سال کے اندر دائر و سائر رہتی ہے، جس کی مراد دوسری رات ہوتی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں پائی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب زیادہ تر آخری سات دنوں کے متعلق ہے پس جو اس کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات دنوں ہی میں تلاش کرے" ایک مرتبہ یہ بھی ارشاد ہوا کہ "یہ رات مجھے دکھائی گئی میں نے دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں اور یہ اکیسویں شب تھی" اسی سلسلہ میں صحابہ کرام کا اختلاف دراصل اختلاف وجدان پر مبنی ہے"

دو واقعات

حکیم اجمل خاں نہایت طاقتور عصبی کمالات کے مالک ہونے کے باوجود بے حد رقیق القلب انسان تھے۔ یہاں دو واقعات نقل کئے جاتے ہیں

ایک نابینا حافظ جو دہلی کے کوچہ چیلان میں اکثر خواجہ میر درد کی غزل گاتا پھرتا تھا۔ ایک بار وہ شریف منزل میں آنکلا اول رات کا سماں تھا اور گرمی کا زمانہ۔ شریف منزل کے صحن میں تخت بچھے ہوئے تھے۔ اور حکیم اجمل خاں صاحب اور ان کے احباب یعنی رؤسا، اور معززین کی صحبت خاص کا وقت تھا۔ نابینا نے پڑھا

تہمت چند اپنے ذمے دھر چلے
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے

سن کر بے قرار ہوگئے۔ اور باوجودیکہ انتہائی وقار اور ضبط نفس رکھتے تھے بے اختیار رو پڑے اور جب اس نے یہ شعر پڑھا

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

تو اس طرح روئے کہ رفقا سہم گئے۔ آخر ہم نشینوں نے گانے والے کو روک دیا۔ انھیں اندیشہ ہوا کہ کہیں قلب کا دورہ نہ پڑ جائے

طبیہ اسکول کے احاطہ میں ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا۔ خود حکیم صاحب قبلہ صدر تھے۔ رات کو شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کی تقریر ہوئی اور شاہ صاحب نے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کا مشہور واقعہ سلسلہ تقریر میں بیان کیا کہ جو دو خدا ابن ملجم نے حالت نماز میں آپ پر تلوار کا وار کیا اور مسجد سے اٹھا کر زخمی شیر خدا کو لوگ گھر لائے اور شربت کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ شربت پہلے قاتل کو پلایا جائے کہ قاتل کی پیاس زیادہ ہوتی ہے۔

یہ سن کر پورے جلسہ میں سب سے زیادہ جو آنکھیں اشکبار ہوئیں وہ حکیم اجمل خاں کی آنکھیں تھیں

مکتوب امریکہ

از محمد رابع حسنی ندوی
سائبرس اسٹریٹ
فلاڈلفیا، یو۔ایس۔اے

۱۳؍۷؍۷۷ء

برادر معظم و محب محترم جناب مولانا محمد معین اللہ صاحب ندوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا، کئی روز ہوئے آپ کو خط ارسال کیا تھا امید ہے کہ پہونچا ہوگا، آج اسپتال سے نکلنے کی اجازت ملی، ابھی فلاڈلفیا میں ہی ہیں، اور ایک ہفتہ تک ذرا قریب ہی رہنا ہوگا اس لئے یہ مناسب سمجھا جا رہا ہے کہ یہ ایک ہفتہ کا وقت بالٹی مور میں گذارا جائے جو یہاں سے ۸۰۔۸۵ میل ہی کے فاصلہ پر ہے۔ یہ یہاں سے جنوب مغرب کی طرف ہے جب کہ تقریباً اسی کے لگ بھگ فاصلہ پر بجانب شمال مشرق نیویارک ہے، بالٹی مور کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ وہاں آنکھوں کے ایک ماہر ڈاکٹر مسلمان ہیں اور محبت و تعلق کرنے والے اور ان کے مشورہ کے بعد ہی یہ آپریشن کیا گیا تھا ان کا خیال ہے کہ یہ وقت جب کسی دوسرے شہر میں گذارنا ہے تو بالٹی مور میں گذارا جائے کیونکہ وہ وہاں ہی دیکھتے بھالتے رہیں گے۔ ۲۰ جولائی کو ڈاکٹر Schee نے دیکھنے کے لئے بلایا ہے لہٰذا اس تاریخ کو فلاڈلفیا پھر آنا ہے اس کے چند دن بعد وہ ٹانکے قطع کرنے کے لئے بلائے گا۔ بہر حال اس طرح یہ ماہ تو اسی کے نظر ہو جائے گا اور واپسی کا پروگرام اس کے بعد ہی ہو سکے گا دعا کیجئے ان طوالتوں سے خوبی اور کم وقت کے ساتھ فرصت ملے اور بخیر وصحت واپس ہو کر آپ سب سے خوشی و عافیت کے ساتھ ملیں۔ پتہ مطیع صاحب ہی کا چلاتے رہیے، وہ نسبتاً مرکزی مقام ہے نہ سہی تو ٹیلیفون سے تو معلوم ہو جاتا ہے، اور خط بھی پڑھوا کر سن لیتے ہیں اگر کوئی خط ضروری ہوا، چنانچہ آپ کے کئی خطوط ابتک پڑھوا کر سُنے ہیں۔

ماسٹر صاحب الحمد للہ بعافیت ۱۱ جولائی کو قبل عصر نیویارک پہونچ گئے، ٹیلیفون سے سلام و کلام بھی ہو گیا، ضروری خیریت انہیں سے معلوم ہو گئی، دو ایک روز میں آکر ملنے کا وعدہ کیا ہے اور بتایا کہ ڈاک اور کتاب لائے ہیں، امید ہے کہ دو ایک روز میں وہ مل سکے گی۔

ماموں جی مدظلہٗ کی آنکھ ماشاء اللہ حسب توقع بہتر ہوتی جا رہی ہے، اور آپریشن کے اثرات آہستہ آہستہ مندمل ہو رہے ہیں، یہاں ٹانکے کاٹنے کا رواج چار ہفتہ بعد ہے جبکہ ہندوستان میں ۱۲ روز بعد، ٹانکے بھی یہاں زیادہ لگائے جاتے ہیں جب کہ ہندوستان میں کم، آج ڈاکٹر نے رخصت کرنے سے قبل کُل کانٹوں میں سے دو کانٹے کاٹ دیے ہیں، آپ کے ہم لوگ مشکور ہیں کہ آپ برابر خط لکھتے رہے جب کہ ہمارے اہل تکیہ اور اہل امین آباد اس معاملہ میں ایسا نہ کر سکے گھر کی خیریت بھی جو آپ کے ذریعہ مل گئی، گھر سے خطوط نہ آنے کی وجہ سے ماموں جی مدظلہٗ بہت ذہنی دباؤ میں رہے اور آپریشن بھی انہوں نے ایک عجیب تردد کی حالت میں کرایا اور اس کے دو روز تک سخت مضطرب رہے پھر الحمد للہ جیسے جیسے نتیجہ اچھا سامنے آتا گیا انشراح پیدا ہوتا گیا اب ان کو بھی اور ہم کو بھی تقاضہ ہے کہ ڈاکٹر ہندوستان جلدی واپسی کی اجازت دے تو یہ سفر جلدی پورا ہو، ملک بھی دیکھ لیا، لوگوں سے بھی مل لئے، اب وطن واپسی کا تقاضہ ہے، یہاں کے مشاہدات و تاثرات ہم نے جستہ جستہ اپنے خطوط میں لکھے ہیں، آپ نے ضرور دیکھے ہوں گے بہت سی بری باتیں ہیں لیکن بعض باتیں قابل تقلید بھی ملتی رہیں، والحکمۃ ضالۃ المؤمن فاین وجدھا فھو احق بھا، یہاں کے لوگوں نے مادی علم میں جسقدر ترقی ممکن تھی وہ کرلی اور اس علم سے اپنی مادی زندگی کو خوش نما، اور ترقی یافتہ بنانے میں جو فائدہ اٹھانا ممکن تھا وہ خوب اٹھایا ہے، اور ملک چونکہ مختلف قومیتوں اور مختلف رنگوں اور نسلوں پر مشتمل ہے اس لئے ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور آپس میں مشترک امور میں تعاون اختیار کرنے کا طریقہ بھی اپنایا ہے۔ اگرچہ تمام امور کے پیچھے مقصد مادی فائدہ ہے جس کو سب نے بخوشی قبول کر لیا ہے حکومت کا نظام بھی اسی اساس کو ملحوظ رکھتا ہے، چنانچہ وہ امور جو بظاہر رفاہی معلوم ہوتے ہیں ان کے پیچھے بھی اجرت و نفع ہے، اس طرح دیکھنے میں بہت سی چیزیں رفاہی معلوم ہوتی ہیں اور یہ ہے عقل کی ہی بات۔ اگر آخرت اور رضائے الٰہی پیش نظر نہ ہو تو کم از کم دنیا کا نفع و ضرر تو پیش نظر ہو، ہمارے مشرقی ملکوں میں تو بکثرت جگہ دونوں پہلو مفقود ملیں گے، سڑکوں کا نظام، سکونت کے لئے مکانات کے حصول کا نظام، ملازمتوں کا نظام، ریٹائرڈ یا ازکار رفتہ اشخاص کے تکفل کا نظام، علاج و صحت کی حفاظت کا نظام، دیگر بشری و انسانی ضروریات کا نظام یہ سب بہت با قاعدہ مفید اور نہایت معقول طریقہ سے مرتب کئے گئے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ان سب کے مصارف بھی مناسب طریقوں سے وصول کرلئے جاتے ہیں، چنانچہ ہر شخص کی آمدنی سے مختلف ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں، جس میں بچوں کی تعلیم کا ٹیکس، کارپوریشن کی طرف سے دی ہوئی سہولتوں کا ٹیکس، ریاستی حکومت کی طرف سے دی جانے والی سہولتوں کا ٹیکس، مرکزی حکومت کی طرف سے کئے جانے والے انتظامات کا ٹیکس اور پھر ریٹائرڈ یا ناکارہ ہو جانے کے بعد کے تکفل کا ٹیکس، اس طرح ہر ایک آمدنی سے سب ملا کر ۲۷۔۲۸ فیصدی مجموعہ وضع ہوتا ہے اور وہ دفتر ول سے ہی وضع کر لیا جاتا ہے، آدمی کو خود ادا کرنے کی زحمت نہیں دی جاتی، اہم پلوں اور مخصوص شاہراہوں کا ٹیکس گذرنے والی موٹروں سے علیحدہ لیا جاتا ہے مگر ان سب کے معاوضہ میں اس کی موجودہ سہولتیں پوری پوری دی جاتی ہیں، ہنگامی مصارف کے لئے انشورنس کمپنیوں نے اپنا جال علیحدہ پھیلا رکھا ہے جس میں علاج بھی ہے، ورنہ یہاں علاج کے مصارف ناقابل برداشت ہیں، متوسط آمدنی والے کے بس میں بھی نہیں۔

شخصی ملکیت کا نظام پورے ملک کا اصل نظام ہے، حکومت کے پاس صرف کرنسی خارجہ اور فوج ہے اور شاید اس کے علاوہ صرف دو ایک چیزیں مزید ہوں گی ورنہ باقی ہر طرح کے محکمے آزاد کمپنیوں کے پاس ہیں جو شہریوں کی ہیں، یعنی سرمایہ داروں کی جن میں یہودی بھرے ہوئے ہیں۔ اور کمپنیوں کو چونکہ آپس میں مقابلہ پڑتا ہے اس لئے ان کا نظام خوب چوکس ہے، ہر محکمہ اور ہر کام میں آدمی سے وقت کی پابندی کے ساتھ روزانہ ۸ گھنٹے کام لیا جاتا ہے اس میں نصف گھنٹہ درمیان میں لنچ کے لئے وقت چھوڑا جاتا ہے۔ ہاں دو بار دس پندرہ منٹ کے لئے مزید راحت بھی دیجاتی ہے اور جب سستی یا حکم عدولی ہو تو کل سے نہ آنے کا نوٹس دے دیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں جھگڑا نہیں ہوتا کہ کیوں اور کیسے اور پہلے سے نوٹس کیوں نہیں دیا لہٰذا یہاں سب کی زندگی بہت مصروف اور محنت کی ہے اور سب کو شکایت کہ وقت نہیں بچتا، بعض روشن خیال مسلمانوں کے بارے میں سُنا کہ وہ جمعہ بھی اتوار کے روز پڑھ لیتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ معاوضہ اچھا دیا جاتا ہے، حکومت کا قانون ہے کہ کسی کا معاوضہ ۲½ ڈالر فی گھنٹہ کے اعتبار سے کم نہ ہو۔ ہفتہ میں صرف پانچ روز کام لیا جاتا ہے اور معاوضہ صرف انہی دنوں کا ہوتا ہے چنانچہ ہفتہ میں کے دو خالی دن سب کی چھٹی کے ہیں۔

خواہ عمارت بنانے والا مستری ہو یا مزدور، لہٰذا یہ دو دن پوری قوم ہفتہ بھر کی کسر نکالنے میں صرف کرتی ہے امریکن قوم انگریزوں کے برعکس خفیف ا ہے، ایک دوسرے سے کھل کر ملتے ہیں اور ظاہری اخلاق ضرور برتتے ہیں، منہ بنائے رکھنے کو پسند نہیں کرتے اور جو تعاون خوش اخلاقی کے اندر آتا ہے ضرور کرتے ہیں، کسی سے کچھ دریافت کرو بہت خوشی سے بتائے گا اور اس کے دائرہ میں اگر کوئی تعاون ہو سکتا ہو تو بخوشی کرے گا، اس کے بعض دلچسپ واقعات دیکھے، بہر حال امید ہے کہ آپ اور دیگر تمام اہل تعلق بخیر ہوں گے۔ سب جاننے والوں کو سلام کہیے، اب تو امتحان سالانہ شروع ہونے کے قریب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب کام بحسن وخوبی انجام دلوائے۔ معلوم نہیں یحییٰ سلمہٗ آئے یا ابھی نہیں، آئے ہوں تو ان کو دعا کہیے۔

---

(۲)

فلاڈلفیا ۲۰؍جولائی ۷۷ء

برادر معظم و محب محترم مولانا معین اللہ صاحب زیدت الطافہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا، آپ کا مفصل مکرمت نامہ ہم کو نیویارک سے منتقل کئے جانے کے بعد موصول ہوا، خال معظم نے بھی سُنا اور اس کے مندرجات سے واقف ہوئے اور حالات و کوائف علم میں آئے خال معظم نے اس کا جواب بھی کل آپ کو ارسال کر دیا ہے جو کہ آپ اور محمد میاں و دافع سلمہٗ کے نام مشترک ہے، امید ہے کہ موصول ہوا ہوگا۔ آج حسب وعدہ ۲۰ جولائی کو اسپتال جانا ہوا، ڈاکٹر نے آنکھ دیکھ کر اطمینان کا اظہار کیا اور خال معظم سے بقیہ کام کے لئے دو ہفتہ بعد آنے کو کہا، آج بھی اس نے کئی ٹانکے نکالے اور باقی ماندہ ٹانکوں کو اگلے دو ہفتوں کے بعد نکالنے کو کہا اور اس کے بعد ہندوستان واپسی کی اجازت کی امید دلائی، لہٰذا اب بظاہر یہ پروگرام ہے کہ دو ایک روز میں ہفتہ عشرہ کے لئے شکاگو جانا ہوگا

اور انشاء اللہ وہاں سے واپسی ۳؍اگست کو اسپتال کے کام سے فرصت حاصل کی جائے گی اور اس کے دوسرے یا تیسرے روز ہندوستان کے لئے واپسی، راستے میں کہیں ٹھہرنا نہیں ہے۔ انشاء اللہ نیویارک سے براہ راست دہلی جانا ہے، خدا کرے اس پروگرام میں کوئی زحمت نہ ہو اور اگست کے پہلے ہی ہفتہ میں ہندوستان بخیریت مراجعت ہو جائے، اللہ تعالیٰ سب کو بخیر و صحت کے ساتھ ملائے اب جلد واپسی کا خاصا تقاضا ہے۔

ہم نے گذشتہ خط آپ کو ذرا مفصل لکھا تھا اس میں یہاں کے حسن انتظام و ترقی کا ذکر کیا تھا امید ہے کہ پہونچا ہوگا، آپ لوگ کہتے ہوں گے کہ سب اچھے ہی اچھے پہلو ہیں حالانکہ اس کے برعکس بھی یہاں بہت ہے اس کو ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اس کے تذکرے وہاں پہونچتے ہی رہتے ہیں لیکن یہاں اس کا بھی مزید علم ہوا، یہ امریکہ اور یورپ کی ساری ترقیاں اور زندگی کی خوبصورت تنظیم اپنے اندر اخلاقی لحاظ سے بڑے بڑے غار، بدنما دھبے اور داغ بھی خوب رکھتی ہے، نہ معلوم کیوں اپنی ساری عقل و دور اندیشی کے باوجود اس کی افادیت و اہمیت کو سمجھنے اور لائق اعتناء سمجھنے سے یہ لوگ بالکل عاری ہیں، انفرادی زندگی ہو یا خاندانی، دونوں کا بُرا حال ہے، اخلاق سوزی، خود غرضی، اور بددیانتی پوری طرح زندگی کے اندر راسخ ہے، اور اس کو کچھ عیب بھی نہیں سمجھا جاتا، اخلاق سوزی کا یہ حال ہے کہ عورت و مرد کے مابین جو اخلاقی لحاظ ہے وہ بالکل ناقابل توجہ بن چکا ہے، خواہ لباس ہو خواہ آپس کا خلا ملا ہو اور خواہ عمومی اور کھلی ہوئی ممنوعات ہوں، بعض علامتی پابندیاں حکومت کی طرف سے ہیں تاکہ شہری نظم نہ بگڑے بس اس کی مجبوری ہے ورنہ نہ خود لوگ ان باتوں کو عیب سمجھتے ہیں اور نہ ان کے سرپرست اور ماں باپ، بلکہ ان باتوں میں احتیاط کو تعجب کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ خود غرضی کا یہ حال ہے کہ ہر بات صرف مادی نفع و ضرر پر منحصر ہے بلا اس سبب کے کوئی کسی پر ایک پیسہ نہیں خرچ کر سکتا اور نہ اس کی کسی طرح کی مدد کر سکتا ہے، مجبوروں، معذوروں کی ذمہ داری حکومت کی سمجھی جاتی ہے اور حکومت بھی ایسے حالات کے لئے ہر شخص سے اسی نام کا اس کی آمدنی سے مزید ٹیکس لیتی ہے تاکہ ایسے موقعوں میں صرف کر سکے، نہ ماں باپ کی ذمہ داری اولاد پر اور نہ اولاد کے جوان ہو جانے کے بعد ان کے پرخلوص مصارف ماں باپ پر، سب خود کریں خود فائدہ اٹھائیں، اس ملک میں رفاہ عام کا خانہ نہیں دیکھا، متعدد باتیں رفاہ عام کی معلوم ہوئیں، لیکن ان کے پیچھے بھی لین دین کی بنیادیں ہیں، پیسہ خرچ کرو فائدہ اٹھاؤ، البتہ ایسے معاملات میں ممکن پریشانیوں سے بچنے کے لئے تدبیریں اور انتظامات ہیں، مثلاً انشورنس زندگی کے ہر معاملہ میں ہے، حوادث اور ناگہانی کے مصارف میں اس سے مدد ملتی ہے خاص طور پر علاج کے معاملہ میں جس میں کہ ہولناک مصارف ہوتے ہیں انشورنس والے ان کا ۸۰ فیصد برداشت کرتے ہیں کہ بقیہ ۲۰ فیصد بھی معمولی آمدنی والوں کے لئے باعث زحمت ثابت ہوتے ہیں، بے روزگار لوگوں کا علاج حکومت کے خرچ پر ہو سکتا ہے، اور بھی متعدد دشواریوں میں حکومت فکر کرتی ہے لیکن سب کے مصارف بصورت ٹیکس پہلے سے لے لیتی ہے،

زبانی خوش اخلاقی یہاں تہذیب میں داخل ہے، ذرا جان پہچان پر آدمی ہنس کر ملتا ہے اور مزاج اچھے ہیں کہتا ہے لیکن پیسہ ایک نہ خرچ کرے گا، الّا یہ کہ مسئلہ اپنی خواہش یا کسی منفعت کا ہو، انسانی ہمدردی کا ہر کام لوگوں نے خود صاحب معاملہ کا سمجھا ہے وہ نہ کر سکے تو حکومت جانے کسی کو کسی سے مطلب نہیں، یہاں سوائے اشیائے خوردنی کے ہر خریدی جانے والی چیز پر خریدار کو قیمت کا ۶ فیصد حکومت کو دینا ہوتا ہے، جو ان ٹیکسوں کے علاوہ ہے۔ آمدنی پر تقریباً ۲۷۔۲۸ فیصد کے اعتبار سے مختلف ناموں سے دینا ہوتا ہے۔ مرکزی سڑکوں پر گذرنے کا موٹروں سے بطور علیحدہ ٹیکس لیا جاتا ہے، تعلیم دلانا اصلاً ماں باپ کے ذمہ ہے لیکن ہائی اسکول تک تعلیم مفت ہے اور ہائی اسکول کے بعد طالب علم خود جز وقتی طور پر کمانے کے قابل ہو جاتا ہے اور ماں باپ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے، سوائے اس کے کہ پرائیوٹ درسگاہوں میں تعلیم دلائی جائے یا بہت لاڈ پیار کی اولاد ہو، درسگاہیں علی العموم پرائیوٹ ہیں۔

بددیانتی زیادہ تر چوری کی شکل میں ہے کسی کو بھی اگر چوری کا موقع ملے تو وہ چوری سے گریز حماقت سمجھتا ہے ایک سوالنامہ کسی رسالہ نے جاری کیا تھا کہ اگر چوری کا ایسا موقع ملے کہ کوئی پکڑنے والا نہ ہو تو کیا کرو گے، تو ۳۰ فیصد جوابات یہ تھے کہ ضرور چوری کریں گے۔ نیویارک میں گذشتہ ہفتہ بجلی فیل ہونے پر جو چوریاں ہوئیں وہ ریکارڈ ہیں، اور جو پکڑے گئے ان کو شکایت تھی کہ ایسے معاملہ میں پکڑا کیا؟ بعض نے چوری کی حالت میں اظہار مسرت کے ساتھ اپنی تصویر بھی لی۔ بقول یہاں کے لوگوں کے کئی کئی تالے لگانے پڑتے ہیں ورنہ چوری کا خطرہ ہے، اگر موٹر کو کچھ وقت کے لئے خالی چھوڑ دیا جائے تو لوگ اس کے ٹائر تک نکال لے جاتے ہیں، اسکے شیشے توڑ کر اندر کا سامان لے جاتے ہیں، اور کالے امریکی تو اس حد تک بڑھے ہوئے ہیں کہ موقع مل جائے تو آدمی کی جیب خالی کرا لیتے ہیں اور اگر نہ نکلے تو غصہ الگ اتارتے ہیں اور بعض بعض تو چاقو بھی چلا کر کام نکال لیتے ہیں، سفید امریکی بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں قانونی لحاظ سے بھی امریکیوں کو حصول زر کے معاملہ میں جوہر دکھانے کے خاصے مواقع حاصل ہیں، جنسی و اخلاقی بے راہ روی کے نتائج اس منزل تک پہونچے ہیں کہ خود یہاں کے عقلاء بھی وقتاً فوقتاً کچھ روک تھام کرنے پر غور کرنے لگتے ہیں مگر بظاہر تغیر کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

سالہا سال سے گرانی ۶½ فیصد کے اوسط سے برابر ہر سال بڑھ رہی ہے، لیکن ملک کی پیداوار کافی سے زیادہ ہے اس لئے یافت میں اسی حساب سے اضافے کئے جاتے رہتے ہیں، البتہ جو لوگ یافت کے اس نظام میں نہیں آتے ان کے لئے بڑا مسئلہ ہے خاص طور پر کالوں پر زیادہ اثر پڑتا ہے کیونکہ ان کو حصول یافت کے مواقع کم ملتے ہیں، اور اسی لئے ان کے یہاں حصول زر کے غیر مناسب ذرائع زیادہ ہیں، ان کے محلے بھی کم صاف ہیں، بعض محلے ہندوستان کے محلوں سے بہتر نہیں معلوم ہوتے، ان کے علاقوں میں لوگ جان و مال کا خطرہ بھی زیادہ محسوس کرتے ہیں، نشہ آور اشیاء کے امریکی شیدا ہیں اور بہت سی ناشائستہ حرکات کا سبب بھی یہی نشہ ہے۔

بہر حال امریکہ کیا ہے ایک تضاد کا مجموعہ، انسانی علم و عقل کے عظیم ترین نتائج و کارنامے بھی ہیں اور انسانی اخلاقیات کی بدترین مثالیں بھی، اور رہی روح و ضمیر تو ان دونوں پہلوؤں کے درمیان حیران و پریشان۔

یہ خط ہم فلاڈلفیا سے لکھ رہے ہیں۔ فلاڈلفیا امریکہ کا ایک بڑا شہر ہے نیویارک سے تقریباً ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف ہے۔ آزادی کا منشور یہیں پاس ہوا تھا یہاں آزادی کا گھنٹہ ہے۔ یوم آزادی یہاں خاص طور پر منائی جاتی ہے یہاں ۲۰ لاکھ آبادی کہی جاتی ہے، تین یونیورسٹیاں ہیں جن میں سب ملا کر ایک لاکھ طالب علم ہوں گے یہ سب یونیورسٹی کے طلباء کی تعداد ہے، اسکولی تعلیم کا حساب علیحدہ ہے، امریکہ میں تعلیمگاہیں بہت ہیں اور تعلیم کا نظم بھی بلند اور اچھا ہے، معلوم ہوا کہ یہودی طالب علم سب سے زیادہ محنت اور لگن سے پڑھتے ہیں اور کالے امریکی سب سے زیادہ بے توجہی کرتے ہیں، تعلیم سے بے توجہی کے سلسلہ میں یہاں بھی پست حالات معلوم ہوئے، سنا ہے کہ سفید امریکی کچھ قصداً بھی ایسا کرتے ہیں کہ کالے اگر بے توجہی کریں تو کرنے دیا جائے تاکہ سفید اور کالے کے درمیان فرق رہے لیکن کالوں کا قصور زیادہ ہے، اگر وہ توجہ کریں تو کون ان کو روکے گا، بعض بعض کو سُنا کہ وہ ہائی اسکول سے کامیاب ہو کر نکلتے ہیں اور لکھنا پڑھنا تک نہیں جانتے یہاں امتحان سالانہ کی اہمیت نہیں ہے اس لئے یہاں کوئی ناکام نہیں ہوتا، حالانہ حاضری اور تعلیمی نظم سے ہی اصل نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

اس ہفتہ ہم لوگوں کا قیام ٹمپل یونیورسٹی سے متصل ایک صاحب کے فلیٹ میں ہے، سامنے یونیورسٹی نظر آتی ہے اس یونیورسٹی میں مذہبیات کا مستقل الگ شعبہ ہے اور بہت سے اسلامیات کے مشرقی طالب علم جو امریکہ آتے ہیں اسی میں داخل ہوتے ہیں اس یونیورسٹی کی اسی کی وجہ سے ایک شہرت بھی ہے، وہ اسپتال جس میں ماموں جی مدظلہٗ نے آپریشن کرایا یہاں سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر ہے اور وسط شہر سے متصل ہے، وہ اس شہر کی دوسری یونیورسٹی پنسلوانیا یونیورسٹی کا ایک شعبہ ہے اس کو دراصل ڈاکٹر شے نے ہی قائم کیا تھا اب وہ اس کے ڈائرکٹر ہیں۔ ان کا اسپتال دنیا کے چند گنے چنے اسپتالوں میں ہے اور شاید تنہا آنکھ کے اسپتالوں میں دنیا کا سب سے اہم اسپتال ہے، آلات و انتظامات کے لحاظ سے واقعی غیر معمولی معلوم ہوتا ہے۔ ضرورت کے ہر آلہ اور مشین کا انتظام ہے اور اکثر سامان خود کار ہے اور جس کام کے لئے کمپیوٹر کی ضرورت ہے تو اس کے لئے وہ بھی موجود ہے چنانچہ ماموں جی مدظلہٗ کی آنکھ کے آپریشن کے دو ہفتہ بعد کمپیوٹر پر بھی چیک کیا گیا تھا، اتنے انتظامات کی صورت میں وہ اسی کے مطابق ہر مریض سے فیس و صرف بھی زیادہ لیتے ہیں۔

امریکہ میں ہر شہر کا وسط اور مرکزی حصہ ڈاؤن ٹاؤن کہلاتا ہے، یہی صدر بازار، شہر کا اصلی بلند اور بھاری عمارتیں اسی میں ہوتی ہیں بقیہ شہر میں اس کا زیادہ اہتمام نہیں ہوتا بقیہ زیادہ تر عمارتیں تین چار منزلہ یا زیادہ تر بنگلے ہوتے ہیں۔ ملک کی عمارتوں میں دراصل انہی کی اکثریت ہوتی ہے، کسی شہر کی عظمت دیکھنی ہو تو اس کے ڈاؤن ٹاؤن کو دیکھنا کافی ہوتا ہے۔

ماسٹر محمد سمیع صاحب غالباً ۱۱ جولائی کو نیویارک آ گئے تھے ٹیلیفون پر کئی بار ملاقات رہی پھر ۱۸ جولائی کو اتوار کے روز فلاڈلفیا آئے اور ساری ڈاک ان کے ساتھ آئی مطیع صاحب اور انکے بھائی رضی صاحب بھی ساتھ تھے کئی گھنٹے اچھی دلچسپی رہی ان سے کئی روز قبل اسپتال میں مل لیے اور ان کے والد بھی ملنے آئے آئندہ پھر ملنے آنے والے ہیں۔

جناب مہتمم صاحب، مولانا ابو العرفان صاحب، مجی اویس صاحب، اشتیاق صاحب وغیرہ سب حضرات کو سلام کہیے۔

والسلام آپ کا محمد رابع حسنی ندوی

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں

مطالعہ کی میز پر

حبیب اللہ ندوی

نقوش راہ

نقوش راہ: مصنف سید قطب شہیدؒ۔ مترجم: عنایت اللہ سبحانی اصلاحی۔ تقطیع ۱۸×۲۲
صفحات ۲۹۶۔ کتابت طباعت اوسط کاغذ عمدہ　　قیمت: پندرہ روپئے
ناشر: مرکزی مکتبۂ اسلامی دہلی

نقوش راہ، دنیائے عرب اور عالم اسلام کے عظیم اسلامی مصنف و انشار پرداز "فی ظلال القرآن" اور "العدالة الاجتماعية"، کے مصنف سید قطب شہیدؒ کی عربی تصنیف "معالم فی الطریق"

سید قطب شہیدؒ، اپنی گرانقدر تصانیف، تحریکی زندگی، داعیانہ جوش و جذبہ اور مجاہدانہ کارناموں کی وجہ سے عالمی شہرت کے مالک ہیں۔ آپ مصر میں احیاء اسلام کے پرجوش داعی، باطل نظریات و افکار کے لئے شمشیر براں، دینی و اسلامی جد و جہد کے مرد مجاہد، اور "الاخوان المسلمون" کے پرعزم قائد تھے۔ آپ نے پوری زندگی احیاء اسلام کی کوشش اور باطل کے خلاف جنگ میں گذار دی۔ ۱۹۶۶ء میں مصری حکومت نے صدر ناصر کے حکم سے آپ کو چند دیگر اخوانی رفقاء کے ساتھ پھانسی دے دی۔

آپ کی تصانیف کی تعداد خاصی ہے۔ یہ فکر کے عمق، مطالعہ کی وسعت، علم و تحقیق کی جامعیت، اور داعیانہ و مجاہدانہ جذبات کے جامع اور اپنے موضوع میں منفرد ہیں، جدید علم کلام، اور دینی و تحریکی لٹریچر میں گرانقدر اضافہ اور عالم کے لئے بہترین رہنما ہیں، "معالم فی الطریق" آپ کی آخری تصنیف ہے۔ اس میں تحریک اسلامی کے طریقۂ کار، نقطۂ نظر، راہ میں پیش آنے والے مراحل اور دعوتی کاموں کا اسلوب، حکیمانہ انداز میں اور شریعت اسلامی کے مزاج کے مطابق لکھے گئے ہیں۔ کتاب انتہائی موثر اور دلآویز ہے۔

یہ کتاب، سید شہیدؒ کے بارہ مقالات کا مجموعہ ہے۔ جو مختلف اوقات میں، وقت کے تقاضے اور ضرورت کے تحت سید شہیدؒ لکھتے رہے۔ مجموعہ میں مقدمہ کے طور پر مصنف نے ایک مقالہ کا اضافہ کیا ہے۔ کتاب کے چند عناوین یہ ہیں۔ بے مثال قرآنی امت، قرآنی نظام کا مزاج، مسلم معاشرے کا قیام اور اس کی خصوصیات لا الہ الا اللہ ایک نظام زندگی، جہاد فی سبیل اللہ، اسلام ہی تہذیب ہے، ہر جہتی انقلاب، ایمان کی سربلندی، یہی شاہراہ ہے وغیرہ۔

کتاب کی قدر و قیمت اور موضوع کی اہمیت اور ضرورت اس کی متقاضی تھی کہ اس کو اردو داں طبقہ تک پہونچایا جائے۔ اس ذمہ داری کو نوجوان فاضل جناب عنایت اللہ سبحانی صاحب نے انجام دیا ہے جو خود داعیانہ جذبہ رکھتے ہیں اور تحریکی زندگی سے وابستہ ہیں۔ کتاب "نقوش راہ" ۱۹۶۸ء میں منظر عام پر آئی اور مسلسل تین ایڈیشن شائع ہو کر مقبول ہو چکی۔ مترجم کی نظر ثانی اور ضروری اصلاح و ترمیم کے ساتھ چوتھا ایڈیشن ۱۹۷۸ء میں شائع کیا گیا اور یہی ایڈیشن اس وقت ہمارے سامنے ہے، کتاب کا پیش لفظ مولانا جلیل احسن صاحب ندوی نے لکھا ہے۔ پھر دیباچہ میں مترجم نے کتاب اور صاحب کتاب کا مختصر تعارف کرایا ہے۔ نئے ایڈیشن میں استاذ عبد الحق محمد س (مدینہ منورہ) کے ایک مضمون کے ترجمہ کا اضافہ بعنوان "گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان" کیا گیا ہے۔ جس میں سید شہیدؒ کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے، مختلف ادوار و اطوار سے گذرتے ہوئے ان کے افکار و نظریات نوع بہ نوع تحقیقی تصنیفات، ان کی تحریکی و اصلاحی کوششوں اور اس راہ میں پیش آمدہ آزمائشوں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

ویسے ترجمہ بہت شستہ اور واضح ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ مصنف کا درد دل اور سوز دروں اور کتاب کی اصل روح ترجمہ میں باقی رہے۔ ادب کی چاشنی اور اسلوب کی اصلیت کو برقرار رکھتے ہوئے مصنف کے افکار و خیالات کی مکمل اور صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔ کتاب اس لائق ہے کہ ہر مسلمان جو اپنے اندر اصلاح و تبلیغ کا جذبہ رکھتا ہو، اس کا مطالعہ کرے اور اس سے رہنمائی حاصل کرے۔

یادگار مجلہ "صحیفہ" عمرآباد

یادگار مجلہ "صحیفہ" عمرآباد　مرتب، ابوالبیان حماد عمری　-　تقطیع کلاں صفحات ۵۰۰
کتابت طباعت متوسط سرورق خوبصورت　-　قیمت درج نہیں۔
ناشر: جمعیۃ ابنائے قدیم، جامعہ دار السلام عمرآباد، ضلع شمالی آرکاٹ، تامل ناڈو

جامعہ دار السلام عمرآباد، جنوبی ہندوستان کا ایک مشہور و معروف مرکزی ادارہ اور گہوارۂ علم و ادب ہے۔ اس مدرسہ کو عمرآباد کے ایک بڑے تاجر اور سرمایہ دار جناب کاکا محمد عمر صاحب نے ۱۹۲۴ء میں قائم کیا تھا۔ اس نے ترقی کر کے دار العلوم کی شکل اختیار کر لی اور اپنے تاسیس کے دن سے آج تک مفید خدمات انجام دے رہا ہے۔ سیکڑوں فرزندانِ توحید کو علم و تہذیب سے آراستہ کر کے دین و ملت کی خدمت کے لئے ملک میں پھیلا دیا۔

اس کے قیام کے پچاس سال گذرنے پر گذشتہ اپریل میں اس کی پچاس برسی گولڈن جبلی منائی گئی۔ زیر نظر مجلہ اسی جشن طلائی کے موقع پر یادگار کے طور پر جمعیۃ ابنائے قدیم جامعہ دار السلام نے شائع کیا ہے۔

مضامین و نگارشات کی تعداد کافی ہے اور ہر طرح کے موضوع پر مشتمل ہے مضامین نوع بہ نوع، تحقیقی اور معلومات افزا ہیں۔ اور نو بنیادی عناوین پر مشتمل ہیں۔ (۱) آئینۂ قرآن (۲) آئینۂ حدیث (۳) فقہ و اجتہاد (۴) علم و تحقیق (۵) سیرت و سوانح (۶) گہوارۂ علم و ادب (۷) شخصیات (۸) آپ بیتی (۹) ادبیات ـــــ

پہلے پانچ ابواب میں مختلف موضوع پر اچھے اہل قلم کے نگارشات ہیں۔ چند اہم مضامین یہ ہیں۔ فن حدیث میں مولانا آزاد کا تبحر، حضرت ابو ہریرہ کی کثرت روایت، اسلامی شریعت میں اجتہاد کا عمل، خلافیات اسلامی، عہد اسلامی میں ہندی مسلمانوں کی تعلیم، ربوبیت کی حقیقت اور اسکے مدارج وغیرہ سیرت و سوانح میں امام اعظمؒ، امام ابن تیمیہؒ مجدد الف ثانیؒ اور سلطان ٹیپوؒ پر اچھے مقالے ہیں۔ بعد کے تین ابواب جامعہ اور اہل جامعہ کے تعارف اور جائزہ پر مشتمل ہیں جس میں جامعہ کے قیام، اس کی فکر، اس کے نصاب تعلیم، اس کے احوال و اطوار کے تذکرہ کے ساتھ اس کی ماضی کا جائزہ، حال کی ضروریات، اور مستقبل کے خاکے پیش کئے گئے ہیں جامعہ کی مشہور، معمار شخصیتوں اور فرزندوں، خاص طور پر بانی جامعہ کے سوانح و حالات اور فرزندان جامعہ کی خدمات پر کئی مقالے ہیں۔

مجموعی طور پر مجلہ خوبیوں سے پُر ہے۔ اور ترتیب و تدوین، مرتب و مجلس ادارت کی صلاحیت و قابلیت پر دال۔ تقریباً تمام ہی مضمون نگار جامعہ کے فرزندان ہیں اور قلم کاروں کی یہ لمبی فہرست ہی جامعہ کی خدمات کے تعارف کے لئے کافی ہے ـــــ البتہ جامعہ کی پچاس سالہ ماضی، اور اس کی خدمات کا جائزہ بہت مختصر ہے۔ اور قاری تشنگی محسوس کئے بغیر نہیں رہتا۔

حضرت علیؓ:

مرتبہ: سید اسحاق حسینی

سائز: ۵۰×۵ / ۱۶ سینٹی میٹر　صفحات مع سرورق ۳۶　قیمت: ۵۰ پیسے

ملنے کے پتے: "مکتبۂ اسلام ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ" ـــ "ندوہ بک ڈپو پوسٹ بکس نمبر ۹۳ لکھنؤ"۔
کتابت مناسب، مگر قدرے باریک، کاغذ گلیز، طباعت غنیمت، سرورق دیدہ زیب

مرتب حسینی ہیں اس لئے کتاب دیکھتے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ غلو سے خالی نہ ہوگی، لیکن پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ یہ کہ غلو سے احتیاط برتا گیا ہے بلکہ اہل سنت کا انصاف پوری طرح ملحوظ دکھا گیا ہے، بظاہر تو یہ معمولی سا کتابچہ ہے لیکن حقیقت میں متعدد معتبر کتابوں کا عطر ہے۔ کاش کہ مرتب کا یہ جذبہ پروان چڑھے اور شیخینؓ کی طرح حضرت علیؓ کی بھی مبسوط و معتبر سوانح ترتیب پائے۔ کتاب کے آخر میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں امۃ اللہ تسنیمؒ کے مسدس اور مولانا فتح محمد تائبؒ کے منظوم عقائد نے مزید لطف پیدا کر دیا ہے۔

امید ہے کہ اگلا ایڈیشن قدرے جلی قلم سے بہتر طباعت کے ساتھ سامنے آئے گا۔

پرنٹر پبلشر اسٹول، سید محمد حسنی نے رہتے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر تعمیر حیات ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا
اڈیٹر اسحٰق جلیس ندوی

زکوٰۃ

قاضی زین العابدین سجاد

کے نظام سے معاشرہ میں ایک ایسا اقتصادی اعتدال پیدا ہوتا ہے جس کے بعد زندگی کی اہم ضرورتوں کو پورا کرنے سے کوئی مجبور نہیں رہتا، ضرورت مندوں اور دولت مندوں کے درمیان تعاون کی راہیں ہموار ہوتی ہیں اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جس میں امیر غریبوں کی تکلیفوں کو اپنی تکلیف سمجھیں اور غریب امیروں پر جان قربان کرنے کے لئے تیار رہیں۔

اسلام کی ایک اہم تعلیم زکوٰۃ ہے۔

زکوٰۃ کے معنی "پاکیزگی اور زیادتی" ہیں چونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے اخلاق انسانی میں پاکیزگی، انسانیت کی اعلیٰ قدروں میں اضافہ اور سوسائٹی میں امن و اطمینان اور دولت اور ثروت کی بہتات ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کو زکوٰۃ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

انسان اپنی دنیوی زندگی میں قدم قدم پر مال کا محتاج ہے۔ مال کی یہ ضرورت اس کے دل میں مال کی طرف رغبت پیدا کرتی رہتی ہے یہی رغبت آہستہ آہستہ محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور دو سخت قسم کے اخلاقی امراض پیدا کر دیتی ہے جنھیں "حرص اور بخل" کہتے ہیں۔ حرص و بخل دوسرے بہت سے اخلاقی امراض حق تلفی و ناانصافی، خود غرضی، اندر پرستی پیدا کر دیتے ہیں۔ حریص و بخیل یہ تو چاہتا ہے کہ ساری دنیا کی دولت اس کے گھر میں آجائے، مگر وہ اسے اس کے مصرف میں استعمال نہیں کرنا چاہتا۔ دولت کو اللہ تعالیٰ نے اس کی اور اس کے بھائیوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا وسیلہ بنایا تھا۔ مگر وہ اس جمع کرنے کو اپنا مقصد زندگی بنا لیتا ہے۔ اس طرح وہ خود بھی اس کے فوائد سے محروم رہتا ہے، اور دوسروں کو بھی محروم رکھتا ہے۔

حرص و بخل کے امراض دور کرنے کے لئے زکوٰۃ اور خیرات بہترین علاج ہے، یہ مال کی محبت دل میں پیدا نہیں ہونے دیتا۔ اس طرح ان امراض کی جڑیں جمنے نہیں پاتیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا جب دوسروں کی ضرورتوں کو بھی اپنی ہی ضرورتوں کی طرح سمجھتا ہے۔ دوسروں کے مال پر ہاتھ ڈالنا پسند نہیں کرتا، کسی پر ظلم کرنا اسے گوارا نہیں ہوتا، پھر اپنی ضرورتوں میں بھی وہ اسے فراخ دلی کے ساتھ کام میں لاتا ہے اس انفرادی مصلحت کے علاوہ زکوٰۃ بہترین اجتماعی مصلحتوں کی بھی حامل ہے۔ اسلام سے پہلے حکومتیں غریبوں اور متوسط طبقوں پر بھاری بھاری ٹیکس لگاتی تھیں۔ بادشاہ، خاندان شاہی کے افراد، ارکان حکومت اور مذہبی پروہت ان ٹیکس سے بری ہوتے تھے۔ رعایا کے عام افراد کا فرض ہی یہ قرار دے دیا گیا تھا کہ وہ حکمراں طبقہ کے لئے آرام و راحت اور عیش و عشرت کے وسائل فراہم کریں اور حکمراں طبقے کا یہ حق قرار دے دیا گیا تھا کہ وہ غریبوں اور محکوموں کی گاڑھے پسینے کی کمائی سے گلچھرے اڑائیں یوں سوسائٹی دو طبقوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ بالا دست اور زیردست، بدنصیب اور خوش نصیب۔ مذہبی مصلحین نے امیروں کو غریبوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی مگر یہ تلقین اخلاقی نوعیت کی تھی، جس سے بدباطن اور خود غرض متاثر نہ ہوئے۔ اسلام نے قانونی طور پر امیروں کو مجبور کیا کہ وہ ہر سال اپنی دولت کا ایک حصہ لازمی طور پر غریبوں کی ضرورتوں کے لئے ادا کریں اس ادائیگی کو محض امیروں کا غریبوں پر رحم و کرم نہیں، بلکہ غریبوں کا امیروں پر "حق" قرار دیا۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ	اور وہ لوگ جن کے
اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ	مالوں میں ایک مقرر حق ہے
مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّاۗىِٕلِ	سائل کے لئے اور محروم
وَالْمَحْرُوْمِ	کے لئے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں اسلامی نظام قائم ہوا وہاں غریبوں اور امیروں کے درمیان کش مکش ختم ہو گئی غریبوں کے دلوں سے رشک و عداوت کی چنگاریاں بجھ گئیں۔ اپنے محسنوں سے محبت اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہو گئے اور وہ بجائے ان کے دشمن بننے کے ان پر جان قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔

امیری اور غریبی کا فرق بالکل ختم ہونا تو قانون قدرت کے خلاف ہے۔ مگر زکوٰۃ اور دوسرے اسلامی ٹیکسوں سے ایک ایسا اقتصادی اعتدال پیدا ہو گیا جس سے زندگی کی اہم ضرورتوں کو پورا کرنے سے کوئی مجبور نہ رہا، ضرورت مندوں اور دولت مندوں کے درمیان تعاون کی راہیں ہموار ہو گئیں اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں آگیا جس میں امیر غریبوں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے اور غریب امیروں پر جان قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ اسلام نے زکوٰۃ ادا کرنے پر ہی نہیں بلکہ زکوٰۃ کا نظام قائم کرنے پر زور دیا اور حکومت اسلامی کا فرض قرار دیا کہ وہ بیت المال کا محکمہ قائم کر کے سرمایہ داروں سے رقوم حاصل کر کے ضرورت مندوں میں اسے تقسیم کرے۔

> زکوٰۃ کو سرکاری ٹیکسوں کی طرح ایک باقاعدہ نظام کی شکل دینے کا یہ فائدہ ہوا کہ اس کی حیثیت بھیک کی نہ رہی بلکہ حکومتی امداد کی ہو گئی، جس سے ہر ضرورت مند بغیر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے بغیر اپنی عزت نفس کو ٹھیس لگائے اور بغیر ذاتی طور پر کسی کا مرہون احسان بنے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

اصول یہ قرار دیا گیا کہ ہر مال دار شخص جس کے پاس ۵۲½ تولہ چاندی یا ۷½ تولہ سونا ہو یا اس کی قیمت کی رقم ہو یا مال تجارت ہو اس پر فرض ہے کہ سال گذرنے پر اس کا چالیسواں حصہ محتاجوں اور غریبوں کے لئے راہ خدا میں نکالے۔ سونے چاندی کے علاوہ کھیتی باڑی کی پیداوار اور مویشیوں پر بھی زکوٰۃ واجب کی گئی۔

فتح مکہ کے بعد جب اسلام عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گیا تو ۹ھ کے آغاز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محصلین زکوٰۃ مقرر فرمائے، اور انھیں اسلامی ریاست کے مختلف علاقوں میں روانہ کیا۔ اسی سلسلہ میں آپ نے حاکم یمن حضرت معاذ بن جبل کو ہدایت فرمائی کہ پہلے غیر مسلموں کو توحید کی دعوت دینا (جب وہ اسے قبول کر لیں تو) پھر نماز کی ادائیگی .... کا حکم دینا، پھر انھیں زکوٰۃ کی فرضیت سے آگاہ کرنا اور اس کی مصلحت بھی بتا دینا کہ

تُؤْخَذُ مِنْ	زکوٰۃ کا مال قوم کے امیر
اَغْنِيَائِهِمْ وَ	لوگوں سے وصول کر کے
تُرَدُّ اِلٰى	ان کے غرباء پر خرچ کر دیا
فُقَرَائِهِمْ	جاتا ہے۔

اس نظام کی اس قدر اہمیت تھی کہ جن لوگوں نے ادائیگی زکوٰۃ سے انکار کیا، حضرت ابو بکرؓ اسلام کے خلیفہ اول نے ان کو مرتد قرار دیا اور ان سے جہاد کیا۔

نظام زکوٰۃ کے قیام سے وصولی میں باقاعدگی کے علاوہ ایک فائدہ یہ ہوا کہ اس کی حیثیت بھیک کی نہ رہی بلکہ حکومتی امداد کی ہو گئی، جس سے ہر ضرورت مند بغیر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے بغیر اپنی عزت نفس کو ٹھیس لگائے اور بغیر ذاتی طور پر کسی کا مرہون احسان بنے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

افسوس کہ مسلم حکومتوں میں بھی اب یہ نظام قائم نہیں ہے۔ تاہم اگر مسلمانوں کے جماعتی ادارے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں اور زکوٰۃ کو صحیح مستحقین تک پہنچانے کا انتظام کریں تو یہ بڑا کام ہوگا۔ انفرادی طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت خیال رکھنا چاہئے کہ زکوٰۃ کے سب سے زیادہ مستحق غریب عزیز ہیں (اولاد، ماں باپ، دادا دادی، میاں بیوی کے سوا) ان کے بعد پڑوسی اور اہل شہر۔ ہاں اگر دوسرے مقامات پر ان سے زیادہ محتاج اور ضرورت مند موجود ہوں تو یہ مال وہاں بھیجی جا سکتا ہے۔

حاضر جوابی کی مثال

ایک مرتبہ بنی عباس کا ایک خلیفہ اپنے وزیر کے گھر گیا۔ وزیر کے ایک لڑکا تھا جو بہت چالاک اور ہوشیار تھا۔ جب خلیفہ تشریف فرما ہوئے تو انھوں نے وزیر کے لڑکے کو اپنے پاس ہی بٹھایا اور اس سے سوال کیا کہ بتاؤ خلیفہ کا گھر بہتر ہے یا تیرے باپ کا گھر؟ اس نے فوراً جواب دیا کہ جب خلیفہ ہمارے باپ کے گھر تشریف فرما ہوں تو ہمارے باپ کا گھر بہتر ہے۔"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جائے گا۔